بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات

الحمدللہ! ثم الحمدللہ کہ رب ذوالجلال نے اپنی مہربانی سے وہ مسئلہ مسلمانوں کے جذبات کے مطابق حل کروا دیا جو برس ہا برس سے بغیر کسی عذرِ معقول کے سببِ نزاع بنا ہوا تھا۔

ہم آج اپنے آپ کو کس قدر خوش نصیب خیال کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے قادیانی امت کو ہماری زندگی میں ملتِ اسلامیہ سے آئینی اور قانونی طور پر علیحدہ اور الگ کروا دیا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد کتنے ہی اکابر تھے جو اس آرزو کو اپنے دل میں لئے ہوئے چلے گئے اور کتنے ہی ایسے تھے جنہوں نے اس کے لئے بے شمار سختیاں جھیلیں، بے پناہ مصائب برداشت کئے، لاتعداد مشکلات کو دعوت دی، جیلوں کو آباد کیا، زنجیروں میں جکڑے گئے، شاہی قلعہ لاہور کے اندھے تہ خانے میں تشدّد کو برداشت کیا اور چھانگا مانگا کے جنگل میں زندہ جلائے گئے یا دریائے راوی میں ہاتھ پاؤں باندھ کر بہا دئیے گئے، لیکن۔

لیکن وہ یہ دن نہ دیکھ سکے اور رب کریم نے اپنا احسان جو کیا تو ہم بے مایہ اور دوں ہمت لوگوں کے عہد میں کہ جن کی اس بارہ میں کوششیں اور کاوشیں اپنے اسلاف کے مقابلہ میں کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتیں ——— اس پر بارگاہِ صمدانی میں سوائے تشکر و امتنان کے اور کوئی چیز ہی نہیں جو ہم پیش کر سکیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ غلام احمد قادیانی نے جس دن منصب رسالت پر ڈاکہ زنی

کی جسارت کی تھی اور جس روز اس کے اس دعوائے باطل کو کچھ لوگوں نے قبول کر لیا تھا، اسی دن قادیانی اور قادیانیت اسلام اور رسولِ اسلام سے اپنا تعلق توڑ بیٹھے تھے۔ اور مسلمانانِ عالم کا اس کفر اور ارتداد پہ اجماع بھی ہو چکا تھا۔ اہلحدیث کے سرخیل شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے انہی ایام میں برِ صغیر کے مسلمانوں کے تمام مکاتب سے تعلق رکھنے والے علماء سے ان کے کفر کا فتویٰ حاصل کر کے شائع بھی کروا دیا تھا اور ان کے بعد دیگر اہلحدیث اکابر شیخ مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم سیالکوٹی اور مولانا بنارسی وغیرہم نے اپنے دور کے دوسرے مسالک سے تعلق رکھنے والے مسلمان علماء کے ساتھ مل کر اس رسول، اسلام اور مسلم دشمن فتنے کی سرکوبی جاری رکھی اور اس کی حقیقت اور اصلیت کو لوگوں پر واضح کیا۔

۱۹۵۳ء کے زمانہ میں اہلحدیث کے میرِ کارواں مولانا داؤد غزنویؒ، مولانا محمد اسمٰعیلؒ مولانا عبداللہ روپڑیؒ اور مولانا حافظ محمد گوندلوی مدظلہ العالی نے اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ اس مسئلہ کے حل کے لیے علماءِ اسلام سے ہم آہنگ ہو کر بھرپور جدوجہد کی، لیکن وائے افسوس کہ اس دور کے جابر اور سفاک حکمرانوں نے اس خالص دینی مسئلے کو اپنی بہیمیت کا شکار بنا دیا اور یہ مسئلہ اپنی سچائی اور اپنے اپنانے والوں کے اخلاص کے باوجود حل نہ ہو سکا۔

ابھی ربوہ ریلوے سٹیشن پر قادیانیوں نے مسلمان طلباء پر حملہ کرتے ہوئے جب "احمدیت زندہ باد" اور "اسلام مردہ باد" کے نعرے لگائے تب جلالِ ربانی کو تحرک ہوا اور اس مسئلہ کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہونے کی نیو پڑ گئی۔

ہم نے اپنے اسلاف کی روش کو زندہ رکھتے ہوئے اس فتنہ کے تعاقب اور اس کے معتقدات کے بطلان کو نمایاں کرنے کی مقدور بھر کوشش کی۔ مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران بین الاقوامی طور پر اس پر گرفت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے، ربِ عزت متعال کی مہربانی سے عربی زبان میں سب سے مفصل اور مبسوط کتاب لکھی جس نے اسکے فیضِ عمیم سے قبولِ عام حاصل کیا اور خود سعودی حکومت نے اسے خرید کر بلادِ عربیہ

اور ممالک افریقہ میں اسے مفت بانٹا جس سے عربوں اور افریقیوں میں قادیانیوں کے خلاف ایک نئی نفرت پیدا ہوئی اور انہیں پوری طرح ان کے اسرار و بواطن کا علم ہوا۔ نائجیریا میں سعودی عرب کے سفیر اور دیگر افریقی ممالک کے وفود سے ملاقات کے بعد اس کتاب کو انگریزی میں ڈھالنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ افریقہ میں یہی زبان خارجی زبانوں میں سے سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جاتی ہے ——— للہ الحمد کہ اس سے بھی اچھے اثرات مرتب ہوئے اور اسے بھی سعودی حکومت نے بہت بڑی تعداد میں چھپوا کر افریقی اور یورپی ممالک میں تقسیم کروایا۔

پاکستان واپس آکر "الاعتصام" پھر "اہلحدیث" اور "ترجمان" کی ادارت کے فرائض سر انجام دیتے ہوئے بھی ہم نے اس فتنے کو اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا بلکہ بفضل خدا ربوہ کی پہنائیوں تک اس کا تعاقب کیا اور قادیانیت کے مذعوم "خالد" اللہ دتہ جالندھری ایسے برخود غلط شخص کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ——— اس کی یادگار کے طور آج ... "مرزائیت اور اسلام" بازار میں موجود ہے۔

واقعۂ ربوہ کے نتیجے میں جب مسئلہ ختم نبوت نے تحریک کی صورت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ کے احسان سے اس کے ہراول دستوں میں ایک رضاکار کی حیثیت سے حصہ لیا اور پاکستان بھر میں کوئی ایسا اجتماع نہیں جس میں شرکت نہ کی ہو اور اپنی بے بضاعتی کے باوجود لوگوں کو اس تحریک میں شمولیت کے لئے انگیخت نہ کیا ہو۔ تین مہینے کے مسلسل سفر اور خطابات کے باوجود اس بات کی امید نہ تھی کہ اللہ کی مشیت اس قدر جلد اس مسئلے کو انجام تک پہنچا دے گی کہ حکومت وقت تشدد کے ہر حربے کو بروئے کار لاتے ہوئے پولیس اور فوج کی بے پناہ قوت کو میدان میں لا چکی تھی، اخبارات میں ختم نبوت کا تذکرہ تک ممنوع قرار دیا جا چکا تھا، مساجد میں اس موضوع پر گفتگو خلافِ قانون تھی، جسکی پاداش میں صرف مجھ پر ستر۷۰ سے زائد مقدمات قائم کئے گئے، باقی علماء اور اکابر اس سے بھی زیادہ مبتلائے اذیت بنائے گئے، اوکاڑہ، ساہیوال، کبیر والا اور ملتان میں آنسو گیس کا بے محابا استعمال کیا گیا، گجرات میں علماء کو سر بازار زنجیریں پہنائی گئیں، اسی کے ایک نواحی گاؤں میں دو معصوم مسلمانوں کو ختم نبوت کے جھنڈے کی سربلندی کے

جرم میں گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا، سرگودھا میں معصوم بچوں پر لاٹھیاں برسائی گئیں ... اوکاڑہ میں خواتین تک کو زدوکوب کیا گیا، راولپنڈی میں علماء اور طلباء کی گرفتاری کی خاطر ان کے اہل خانہ اور پردہ نشین عورتوں تک کی تذلیل کی گئی، بیشمار کارکن اور زعماء زندانوں کے حوالے کر دیئے گئے . . . گولیاں چلیں، خون بہے لیکن رب کا ارادہ پورا ہو کے رہا اور سات ستمبر کو حکومت اپنے تمام لشکر کے باوجود بے بس ہو کے رہ گئی اور اسے اسی ختم نبوت کا ذکر ——— جس کا تذکرہ اخبارات میں کرنا ممنوع تھا ——— ملک کی سب سے اہم دستاویز دستور میں کرنا پڑا۔ اور جس کے نعرے مساجد میں خلافِ قانون تھے، وہ ایوانِ پارلیمنٹ میں بلند ہو کے رہے ——— سات ستمبر کو میرے رب نے میرے اکابر و اسلاف اور علمائے امت کی قربانیوں کا ثمرہ پاکستان کے مسلمانوں کو عطا کیا اور مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار دے دیئے گئے۔

اس رب کا شکر کہ جس نے ختم نبوت کے کارکنوں کو ہمت، عزیمت اور استقلال سے نوازا۔

اس کا ہزار ہزار شکر کہ اس نے حکومت کی قہرمانیوں کے مقابلہ میں ہماری ناتوانیوں کو فتح و غلبہ سے ہمکنار کیا۔

اس کا بے پایاں انعام کہ اس نے عوام کو یہ جرأت عطا کی کہ انہوں نے حکمرانوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

ربِ کریم کا فضلِ عمیم کہ ایک غیر مسلم امت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں غیر مسلم قرار پائی ——— والحمد للہ علیٰ ذالک!